امام شوکانی اور مسئلہ غنا

امام ابوعلی محمد بن علی بن محمد شوکانی صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ یمن کے قاضی القضاۃ تھے۔ ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ ان کا شمار ان غیر معمولی اکابر میں ہے جو کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انہیں ابن حزم ثانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ زیدی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ زیدیہ شیعوں کی ایک شاخ ہے جو حضرت حسینؓ کے پوتے زید بن زین العابدین کی امامت کی قائل ہے۔ یمن کی غالب اکثریت زیدی فرقے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ پیدائشی طور پر شوکانی بھی زیدی ہی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیعوں کے بے شمار فرقوں میں زیدی فرقہ اہل السنت والجماعت سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ زیدیوں کی فقہ بھی اثنا عشری فقہ کی طرح بڑی منظم و مرتب فقہ ہے۔ شوکانی چند مسائل کے سوا کسی مسئلے میں بھی اہل سنت کے ائمۂ اربعہ کے مسلک سے باہر نہیں جاتے۔ جس مسئلے پر گفتگو کرتے ہیں اس کے سارے گوشوں کو سمیٹتے ہوئے اس طرح چلتے ہیں جیسے ایک بحر زخار رواں دواں ہو۔ ان کی تصانیف بے شمار ہیں۔ ان کو دیکھئے تو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ ہر ایک مخالف و موافق مسلک کو ان کے دلائل کے ساتھ پوری فراخ دلی سے لکھ دیتے ہیں اور اپنی ایک رائے بھی رکھتے ہیں۔ لکھنے میں قلم بڑا محتاط ہے۔

ان کے سامنے سماع اور غنا کا مسئلہ آیا تو اس کی وضاحت کے لیے دلائل کے وہ تمام مواد یکجا کر دیے جو اُن کے عہد تک موجود تھے۔ اولاً تو انھوں نے ایک پوری کتاب ہی لکھ ڈالی جس کا نام ہے: ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع۔ اس کتاب کے نام ہی سے اس کا مضمون واضح ہو جاتا ہے۔ اسی مضمون کو انھوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار کے جز ہفتم میں بھی دہرایا ہے جو پوری کتاب کا صرف ایک باب ہے۔ یعنی باب ماجاء فی آلۃ اللھو۔

"منتقی" امام ابنِ تیمیہؒ حرانی کی کتاب ہے جس میں صحاح ستہ اور مسندِ احمد کی وہ احادیث تجرید اسناد کے ساتھ یکجا کی ہیں جو فقہی احکام سے تعلق رکھتی ہیں۔ نیل الاوطار اسی کی شرح ہے۔ ابن تیمیہؒ نے فقط روایات یکجا کردی ہیں۔ اس کا ذکر نہیں کیا ہے کہ کون سی روایات کس پائے کی ہے۔ لیکن شوکانی نے اس کی وضاحت کردی ہے۔ ہر روایت کے بعد یہ بتادیا ہے کہ یہ قوی ہے یا ضعیف، منکر ہے یا موضوع، مقبول ہے یا مردود۔ پھر خاص الفاظ کی تشریح بھی کردیتے ہیں۔ بہرکیف ہم اس خاص باب کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس سے موسیقی و غنا اور آلاتِ غنا کے مسئلے پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے بعض حصّے ہم اپنی کتاب "اسلام اور موسیقی" میں درج کرچکے ہیں۔

شوکانی پہلے وہ روایات نقل کرتے ہیں جو ابنِ تیمیہ نے منتقی میں (مع حوالہ) لکھی ہیں۔ اس کے بعد اس کی تشریح وغیرہ کرتے ہیں۔ ہم اس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ متن کی ضرورت تو نہیں تاہم صرف منتقی کا اصل متن بھی درج کریں گے کیونکہ یہ روایاتِ حدیث ہیں۔ ملاحظہ ہو:

عن عبد الرحمان بن غنم قال حدثنی ابو عامر او ابو مالک الاشعری سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لیکونن من امتی قوم یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف اخرجه البخاری۔ وفی لفظ لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رؤسهم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بهم الارض ویجعل منهم القردة والخنازیر۔ رواہ ابن ماجة۔ وقال عن ابی مالک الاشعری ولم یشک۔ والمعازف الملاهی۔ قاله الجوهری وغیره۔ وعن نافع ان ابن عمر سمع صوت زمارة راع فوضع اصبعیه فی اذنیه وعدل راحلته من الطریق وهو یقول یا نافع أتسمع فاقول نعم فیمضی حتی قلت لا، فرفع یده وعدل راحلته الی الطریق۔ وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم سمع زمارة راع فصنع مثل هذا۔ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجه۔ وعن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم قال ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبة والغبیراء، وکل مسکر حرام۔ رواہ احمد وابوداؤد وفی لفظ ان اللہ حرم علی امتی الخمر والمیسر والمزر والکوبة والقنین۔ رواہ احمد۔

عبدالرحمان بن غنم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے بیان کیا کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو زنا، ریشم پہننے اور ڈھول باجے کو حلال سمجھیں گے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میری امت میں ضرور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو نشہ پیئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔ ان کے سامنے ڈھول باجے اور گانے والیوں کا شغل ہوتا ہوگا۔ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور سؤر بنا دے گا۔ اسے ابن ماجہ نے ابو مالک اشعری سے اس نام میں شک کیے بغیر روایت کیا ہے۔ جوہری نے معازف کے معنی آلاتِ غنا (ڈھول باجے) بتائے ہیں۔
نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور سواری کا رخ بدل لیا۔ وہ مجھ سے دریافت کرتے جاتے تھے کہ اے نافع! کیا تم آواز سن رہے ہو؟ میں کہتا کہ ہاں۔ وہ چلتے گئے یہاں تک کہ جب میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی ہے تو کانوں سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اور اپنے راستے پر سواری کو لوٹا لیا۔ پھر کہا کہ میں نے آنحضورؐ کو دیکھا کہ ایک چرواہے کی بانسری سن کر ایسا ہی کیا۔ لہٰذا میں نے بھی ویسا ہی کیا۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور عبداللہ بن عمر سے آنحضورؐ کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ نے نشے، جوئے، کوبہ (طبل) اور غبیرا (چنگ) کو حرام کیا ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے میری امت پر نشہ، جُوا، جو کی شراب، طبل اور قنین (رومی طرز کا جوئے کا پانسہ) کو حرام کیا ہے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

ان روایات کے مزید مآخذ

ابو مالک اشعری کے جو الفاظ ابن ماجہ میں ہیں وہ عن ابن مُحیریز بن ثابت بن سمط مروی ہیں۔ جسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح بتایا ہے اور اس کے کچھ دوسرے شواہد بھی ہیں۔ ابن عمر سے جو پہلی روایت ہے اسے حافظ ابنِ حجر نے "تلخیص الحبیر" میں نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے (یعنی یہ نہیں بتایا ہے کہ یہ کس پائے کی روایت ہے) لیکن ابو علی لؤلؤی کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ ابنِ عمر کی دوسری روایت سے بھی ابن حجر نے سکوت اختیار کیا ہے مگر اس کی اسناد میں ولید بن عبدہ ہے جو ابنِ عمر سے روایت کرتا ہے اور اسے ابو حاتم رازی نے مجہول بتایا ہے۔ ابن یونس تاریخ مصریین میں

کہتے ہیں کہ اسے ابن عمر سے یزید بن ابی حبیب نے روایت کیا ہے۔ منذری کا کہنا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے لیکن اس کی تائید اسی مضمون کی اس روایت سے ہوتی ہے جو احمد، ابوداؤد ابن حبان اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس سے نقل کی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ نیز اسے احمد نے قیس بن عبادہ سے بھی روایت کیا ہے۔

بعض الفاظ کی لغوی تحقیق

(روایت نمبر ا میں) حر (بغیر نقطے) کو ابن ناصر نے تشدید را کے بغیر لکھا ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ صحیح بخاری کی معتبر لفظی شکل نقطوں کے بغیر ہے۔ قاضی عیاض اور ان کے پیروؤں نے بس یہی شکل لکھی ہے۔ وہاں ابن التین نے نادرہ بیانی کرتے ہوئے کہا ہے کہ بخاری کے نزدیک یہ خز (منقوط) ہے لیکن ابن العربی خز کو تصحیف بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تک تو حر (غیر منقوط) کی روایت پہنچی ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں مطلب یہ ہے کہ لوگ زناکاری کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ ابن التین نے بتایا کہ اس سے مراد اپنی شرمگاہ کا ناجائز استعمال کرنا ہے۔ عیاض نے اسے تشدید را، اور تخفیف را، دونوں سے بیان کیا ہے اور تخفیف (بے تشدید) صحیح ہے۔ حر (غیر منقوط) کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عبداللہ بن مبارک نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً یوں بیان کی ہے کہ یوشك ان تستحل امتی فروج النساء والحرير (عنقریب میری امت کے لوگ عورتوں کی شرمگاہوں اور ریشم کو جائز سمجھنے لگیں گے)۔ داؤدی کے نزدیک بھی یہ لفظ خز (منقوط) ہے لیکن اس کا ایک سقم یوں بیان کرتے ہیں کہ خز (ریشم اور اُون سے ملا ہوا کپڑا) تو بہت سے صحابہ پہنتے رہے ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ لفظ زیادہ تر (منقوط) ہی مشہور ہے جو ریشم کی ایک قسم ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ خز کا استعمال مختلف فیہ ہے۔ لیکن قوی تر مسلک یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ اس کے استعمال پر کوئی وعید نہیں آئی ہے اور اس کی کوئی ممانعت ہونے پر اجماع ہے۔ کتاب اللباس میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

مَعَازِف۔ جمع ہے مِعْزَفَة کی جس کے معنی ہیں باجا۔ قرطبی نے جوہری کی تفسیر یوں نقل کی ہے کہ معازف کے معنی ہیں غنا (گانا)۔ لیکن صحاح جوہری میں اس کا مطلب لہو (کھیل) لکھا ہے اور اس کے معنی باجوں کی آواز بھی ہیں۔ دمیاطی کے حواشی میں ہے کہ معازف دَف کو بھی کہتے ہیں۔

اور ہر اس چیز کو جس پر تھاپ لگائی جائے اور عزف کا اطلاق گانے پر بھی ہوتا ہے اور ہر قسم کے کھیل پر بھی۔

زمّارہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے بانسری کی طرح بجایا جائے جیسا کہ قاموس میں ہے۔

فصنع مثل ھذا (عبد اللہ بن عمرؓ نے ویسا ہی کیا جیسا حضورؐ نے کیا تھا) اس بات کی دلیل ہے کہ جو بانسری وغیرہ سنے وہ ایسا ہی کرے۔ لیکن اس کی توجیہہ دشوار ہے کہ ابن عمرؓ نے نافع کو سننے کی اجازت کیسے دے دی۔ ہو سکتا ہے کہ نافع اس وقت صغر سنی کی وجہ سے غیر مکلّف ہوں۔ اس استدلال اور اس کے جواب کا ذکر آگے آئے گا۔

میسر کے معنی ہیں جُوا (قمار) جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

کُوبہ کے معنی طبل بتائے جاتے ہیں۔ بیہقی نے ابن عباس کی حدیث میں یوں ہی روایت کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کُوبہ کی یہ تفسیر علی بن بذیمہ نے کی ہے۔

غُبَیراء کی تفسیر میں اختلاف ہے جیسا کہ تلخیص الحبیر میں ہے کہ اس کے معنی طنبورہ ہے کہیں عود (چنگ) کہیں بربط اور کہیں وہ نبیذ جو جَو یا گندم سے تیار کی جائے۔ نہایہ میں یہی آخری تفسیر ہے۔

مِزْر کا مطلب ہے جَو کی نبیذ۔

قنین۔ ایک رومی طرز کا جُوا ہے جو وہ کھیلتے تھے۔ اس کے معنی حبشی زبان میں طنبورے کے ہیں۔ مختصر النہایہ میں یہی معنی لکھے ہیں۔

مصنف (ابن تیمیہؒ) نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت ان احادیث سے (حرمت پہ) استدلال کیا ہے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے گفتگو کریں گے۔

مزید احادیث

وعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم قال : ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ وکل مسکر حرام، رواہ احمد۔ والکوبۃ الطبل قالہ سفیان عن علی بن بذیمہ وقال ابن الاعرابی الکوبۃ النرد وقیل البربط والقنین ھو الطنبور بالحبشیۃ والتقنین الضرب بہ قالہ ابن الاعرابی۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: اللہ نے نشے کو، جوئے کو اور "کوبہ" کو حرام کیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ رواہ احمد۔ سفیان نے علی بن بذیمہ سے کُوبہ کے معنی طبل نقل کیے ہیں۔ ابن الاعرابی

کا کہنا ہے کہ کوبہ "متود" (رمل) ہے نیز اس کا مطلب بربط بھی بتایا گیا ہے۔ قنین حبشی زبان میں طنبورے کو کہتے ہیں اور تقنین کہتے ہیں قنین بجانے کو۔ یہ ابن الاعرابی کا قول ہے۔

وعن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمین، یا رسول اللہ ومتی ذلک؟ قال: اذا ظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔

عمران بن حصین سے آنحضورؐ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: اس امت میں خسف (زمین میں دھنسنے) مسخ (شکل بدل جانے) قذف (پتھر برسنے) کا عذاب آئے گا۔ ایک مسلمان نے پوچھا۔ یہ کب ہوگا یا رسول اللہ؟ فرمایا جب گانے والی کنیزیں اور باجے ظاہر ہوں گے اور نشے پئے جائیں گے۔ ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اتخذ الفیئ دولا والامانۃ مغنما والزکاۃ مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصی اباہ وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن اخر ھذہ الامۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء وزلزلۃ وخسفا ومسخا وقذفا وایات تتابع کنظام بال قطع سلکہ فتتابع بعضہ بعضا۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

ابوہریرہ سے آنحضورؐ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جب فئے کو اپنا مال، امانت کو مال غنیمت اور زکات کو تاوان بنا لیا جائے۔ علم غیر دینی مقصد کے لیے حاصل کیا جائے، مرد عورت کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کا نافرمان ہو جائے، اپنے دوست کو قریب کرے اور باپ کو دُور پھینک دے۔ مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قبیلے کا سردار فاسق ہو۔ رذیل ترین شخص اپنی قوم کا لیڈر بن جائے۔ آدمی کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے۔ گانے والی کنیزیں اور باجے ظاہر ہوں۔ نشے پئے جائیں اور بعد میں آنے والے اُمتی گزرے ہوئے امتیوں پر لعنت بھیجنے لگیں تو اس وقت لوگ سرخ آندھی، زلزلے، خسف، مسخ، قذف کا اور ایسے مسلسل عذابوں کا انتظار کریں جیسے ایک پرانے ہار کا تاگا ٹوٹ جانے سے ایک کے بعد دوسرا

دانہ مسلسل گرنے لگتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

وعن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: تبیت طائفة من امتی علی اکل وشرب ولھو ولعب ثم یصبحون قردة وخنازیر وتبعث علی احیاء من احیائھم ریح فتنسفھم کما نسفت من کان قبلکم باستحلالھم الخمر وضربھم بالدفوف واتخاذھم القینات - رواہ احمد وفی اسنادہ فرقد السبخی - قال احمد لیس بقوی - و قال ابن معین ھو ثقة - وقال الترمذی تکلم فیہ یحیی بن سعید وقد روی عنہ الناس -

ابو امامہ سے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو و لعب میں رات گزاریں گے، پو پھٹے گی تو وہ بندر اور سور بن جائیں گے اور ان کے قبیلوں میں سے بعض قبیلوں پر ایسی ہوا چلے گی کہ انہیں دھنک کر رکھ دے گی جیسے تم سے پہلے کی بعض امتوں کو دھنک دیا تھا اور یہ اس لیے ہوگا کہ وہ نشے کو دَف بجانے کو حلال سمجھیں گے اور گانے والی باندیوں کو حاصل کریں گے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں فرقد سبخی ہے جس کے بارے میں احمد کا قول ہے کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔ ابن معین کا کہنا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس راوی کے بارے میں یحیی ابن سعید کو کچھ کلام ہے۔ اس سے کافی لوگوں نے روایتیں کی ہیں۔

وعن عبید اللہ بن زحر عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ بعثنی رحمة وھدی للعالمین وامرنی ان امحق المزامیر والکبارات یعنی البرابط والمعازف والاوثان التی کانت تعبد فی الجاھلیة - رواہ احمد - وقال البخاری: عبید اللہ بن زحر ثقة وعلی بن یزید ضعیف والقاسم بن عبد الرحمن ابو عبد الرحمان ثقة -

عن عبید اللہ بن زحر عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ۔ اس اسناد سے حضورؐ کا ارشاد یوں مروی ہے کہ مجھے اللہ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ میں مزامیر کو بربطوں کو باجوں کو اور بتوں کو جن کی دورِ جاہلیت میں پوجا کی جاتی تھی سب کو مٹا ڈالوں۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔ بخاری کا کہنا ہے کہ عبید اللہ بن زحر ثقہ ہے اور علی بن یزید ضعیف ہے۔ اور قاسم بن عبد الرحمان یعنی ابو عبد الرحمان ثقہ ہیں۔

وبھذا الاسناد ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارتھن وثمنھن حرام۔ فی مثل ھذا انزلت ھذہ الآیۃ: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ الی آخر الآیۃ رواہ الترمذی ولاحمد معناہ ولم یذکر نزول الآیۃ فیہ۔ رواہ الحمیدی فی مسندہ ولفظہ: لایحل ثمن المغنیۃ ولا شراءھا ولا الاستماع الیھا۔

اسی سند سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ گانے والی باندیوں کو نہ بیچو نہ خریدو اور نہ ان کو تعلیم دو۔ ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں بلکہ ان کی قیمت بھی حرام ہے۔ ایسی ہی باتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (ترجمہ) کوئی لہو حدیث کو اس لیے خریدتا ہے کہ راہ خدا سے ہٹا دے۔ الخ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسی مضمون کی حدیث احمد نے بھی روایت کی ہے مگر اس میں یہ نہیں کہ مذکورہ آیت اسی بارے میں اتری ہے۔ حمیدی نے بھی اپنی سند میں اسے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: مغنیہ کی قیمت جائز نہیں۔ اس کی خرید وفروخت اور اس کا گانا سننا بھی جائز نہیں۔

ماخذ ومقام روایات

ابن عباس والی روایت کا ذکر تو اوپر آچکا ہے کہ اسے ابوداؤد، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور عمران بن حصین والی حدیث کو ترمذی نے عباد بن یعقوب کوفی سے بایں سند روایت کیا ہے: حدثنی عبداللہ بن عبد القدوس عن الاعمش عن ھلال بن یساف عن عمران (بن حصین)۔ پھر لکھا ہے کہ یہ حدیث الاعمش عن عبدالرحمٰن بن سابط عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مروی ہے جو "مرسل" ہے۔ اور یہ حدیث غریب ہے۔

ابوہریرہ والی حدیث کو علی بن حجر والی سند سے یعنی حدثنا محمد بن یزید الواسطی عن المسلم بن سعید عن رمیح الجذامی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حضرت علی سے مروی ہے لیکن یہ حدیث غریب ہے جو ہمارے علم میں صرف اسی سند سے مروی ہے۔ اسے ترمذی اپنی سنن میں ابوہریرہ والی حدیث سے پہلے لائے ہیں اور وہ حدیث نبویؐ یہ ہے: جب میری امت اپنے اندر پندرہ خصلتیں پیدا کرلے گی تو اس پر بلا نازل ہوگی۔ ان خصلتوں میں نشے پینا، ریشم پہننا اور گانے والی کنیزوں اور باجوں کا استعمال کرنا بھی مذکور ہے۔ یہ تمام خصلتیں لکھنے کے بعد

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ علی کی حدیث کا اس کے سوا اور کسی سند کا ہمیں علم نہیں اور یحییٰ بن سعید انصاری سے سوا فرج بن فضالہ کے اور کسی راوی کا ہمیں علم نہیں۔ اور فرج بن فضالہ کے بارے میں بعض محدثین کو کلام ہے اور ان کے حافظے کی وجہ سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان سے وکیع اور متعدد ائمہ روایت کرتے ہیں۔

ابو امامہ والی اوّل اور دوم (نمبر ۴، ۵) حدیثوں پر تو خود مصنف کو بھی کلام ہے۔ اور تیسری نمبر ۶ کو نقل کر کے ترمذی کہتے ہیں کہ بس صرف اسی سند سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس میں علی بن یزید شامی ہیں جن کو بعض اہل علم نے ضعیف بتایا ہے۔ اسے ابن ماجہ کے علاوہ سعید بن منصور اور واحدی نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں (نمبر ۵ میں) عبید اللہ بن زحر ہیں جن کے متعلق ابو مسہر کہتے ہیں کہ یہ ہر معضل روایت کے حامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں۔ مرّہ کا کہنا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابن المدینی کا قول ہے کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔ دار قطنی کا کہنا ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ موضوع روایات بنا کر ثقہ لوگوں کے نام سے بیان کرتے ہیں اور جب یہ علی بن یزید کے واسطے سے کچھ بیان کریں تو قیامت ہی ڈھا دیتے ہیں۔

اس مضمون کے سلسلے میں ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث ..... الخ میں لھو الحدیث کا مطلب بخدا گانا ہے۔ ابن عباس کے اس قول کو حاکم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی نے ایسا ہی قول ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد گانا اور اس کے مشابہ چیزیں ہیں۔ ابو داؤد اور بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود سے ایک ارشادِ نبوی یوں روایت کیا ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس کی اسناد میں ایک راوی ایسا ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اور بیہقی نے تو اسے موقوفاً روایت کیا ہے (نہ کہ مرفوعاً)۔ ابن عدی نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

ابن طاہر (مقدسی) کا کہنا ہے کہ اس مضمون کی تمام سندوں میں صحیح ترین سند کے مطابق یہ ابراہیم کا اپنا قول ہے (نہ کہ کسی صحابی کا یا آنحضور کا)

ابو یعقوب محمد بن اسحاق نیشاپوری نے حضرت انس سے آنحضرت کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

جو گانے والی باندی کے پاس بیٹھ کر (گانا) سُنے اس کے کان میں سیسہ ٹپکایا جائے گا۔ ابن اسحٰق نے ایک اور حدیثِ نبویؐ حضرت ابن مسعود سے یوں روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص کو گاتے سنا تو فرمایا: اس کی کوئی نماز نہیں، اس کی کوئی نماز نہیں، اس کی کوئی نماز نہیں۔ ابن اسحٰق نے ابو ہریرہؓ سے بھی ایک حدیث یوں روایت کی ہے کہ گانا باجا سننا معصیت ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے اور ابن غیلان نے حضرت علی سے یہ حدیثِ نبویؐ روایت کی ہے کہ مجھے تو مزامیر (باجے) توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ نیز حضورؐ نے فرمایا ہے کہ گانے والوں اور گانے والیوں کا پیشہ حرام ہے۔ اس مضمون کی حدیث حضرت عمرؓ سے مرفوعاً طبرانی نے بھی یوں روایت کی ہے کہ گانے والی کنیز کی قیمت حرام ہے اور اس کا گانا حرام ہے۔ اور قاسم بن سلام نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے دُف اور طبل بجانے سے اور بانسری کی آواز سے منع فرمایا ہے۔

غرض اس باب میں بہت سی احادیث ہیں۔ علما کے ایک گروہ کی اس سلسلے میں تصانیف موجود ہیں لیکن ان تمام روایات کو بعض علما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حزم نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس باب میں کوئی ایک حدیث بھی ہرگز صحیح نہیں بلکہ اس کے بارے میں جتنی روایات (ناجائز ہونے کے متعلق) ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں۔

ابن حزم کا گمان ہے کہ آغازِ مضمون میں ابو عامر یا ابو مالک اشعری کی جو حدیث ہے وہ منقطع ہے یعنی بخاری اور ہشام کے درمیان انقطاع ہے اور ان تمام روایات کو جن لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اس کا آگے ذکر آئے گا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس کو منقطع بنانے میں لوگوں نے غلطی کی ہے اور یہ غلطی کئی وجوہ کی بنا پر ہے۔ یہ حدیث منقطع نہیں بلکہ شروطِ بخاری کے مطابق متصل ہے۔ بخاری کبھی کبھی اس لیے ایسا کرتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب کے دوسرے مقامات پر اس کو (اتصال کے ساتھ بیان کر چکے ہوتے ہیں۔" ابن حجر نے اس پر طویل گفتگو کی ہے جو تسلی بخش ہے۔

حل لغات

کُبَّادات جمع ہے کبار کی۔ قاموس میں اس کے معنی طبل لکھے ہیں۔ اس کی جمع کبادار اور الکبار بھی ہے۔ بربط کا مطلب عود (چنگ) ہے۔ صاحب قاموس نے کہا ہے کہ بربط بروزن جعفر

بربط کا معرّب ہے یعنی بطخ کا سینہ۔ بربط اسی سے مشابہ ہوتا ہے۔ باجوں کے ساتھ اور باجے کے بغیر گانے کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور مذکورہ احادیث کی بنا پر اس کی حرمت کی طرف گئے ہیں۔ لیکن اہلِ مدینہ اور ان سے موافقت رکھنے والے علمائے ظاہر اور صوفیوں کی ایک جماعت سماع کے جواز کی طرف گئی ہے خواہ عود اور بانسری کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

استاذ ابو منصور بغدادی شافعی نے اپنے رسالۂ سماع (الرسالۃ فی السماع) میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر (طیار) گانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنی کنیزوں کو نئی نئی دھنیں سکھاتے تھے اور ان سے عود پر گانے سنا کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ہوا کرتا تھا۔ بغدادی موصوف نے ایسا ہی قاضی شریح، سعید بن مسیب، عطا بن ابی رباح، زہری اور شعبی کے متعلق بھی لکھا ہے۔ امام الحرمین نے، صاحب نہایہ نے اور ابن ابی الدم نے معتبر مؤرخین کے حوالے سے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کے پاس بھی عود بجانے والی کنیزیں تھیں۔ ایک بار عبد اللہ بن عمر اُن کے پاس گئے تو ان کے پہلو میں عود رکھا ہوا تھا۔ ابن عمر نے پوچھا کہ اے صحابیِ رسول! یہ کیا چیز ہے؟ ابن زبیر نے عود انھیں پکڑوا دیا۔ ابن عمر نے اسے دیکھ بھال کے کہا کہ یہ شامی ترازو معلوم ہوتی ہے۔ ابن زبیر نے کہا ہاں اس میں عقلیں تولی جاتی ہیں۔ حافظ ابو محمد بن حزم اپنی کتاب ...... میں اپنی سند سے ابن سیرین سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص کچھ کنیزوں کو لے کر مدینے میں عبد اللہ بن عمرو کے پاس ٹھہرا۔ ان باندیوں میں ایک بجانا بھی جانتی تھی۔ ایک شخص آیا تو اس نے بولی دینی شروع کی لیکن دام کسی کے طے نہ ہو سکے۔ ابن عمرو نے کہا کہ تم کو ایک ایسے شخص کے پاس جانا چاہیے جو اس شخص کی بہ نسبت تمھارے لیے زیادہ سازگار ہے۔ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا عبد اللہ بن جعفر۔ چنانچہ وہ ان کو لے کر ابن جعفر کے پاس گیا۔ انھوں نے ایک کنیز سے کہا کہ عود سنبھالو۔ اس نے عود لے کر گایا تو انھوں نے اس کو خرید لیا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عمر کے پاس آنے کا واقعہ پیش آیا۔

علامہ و ادیب ابو عمرو اندلسی مؤلّف عقد لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر ایک دن ابو جعفر کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک کنیز اپنی گود میں عود لیے بیٹھی ہے۔ انھوں نے ابنِ عمر سے پوچھا کہ آپ اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں سمجھتے؟ انھوں نے کہا کہ اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں۔ ماوردی روایت کرتے ہیں کہ معاویہ اور عمرو بن العاص دونوں نے عبد اللہ بن جعفر کے پاس بیٹھ کر عود سنا ہے۔ ابو الفرج اصفہانی

روایت کرتے ہیں کہ حسّان بن ثابت نے عزۃ المیلا سے مزہر پہ گانا سنا جو حسان ہی کا شعر گا رہی تھی۔ مزہر کے معنی لغت میں عود کے ہیں۔ یہ روایت ابو العباس مبرّد کی بھی ہے۔ اُدفوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اپنی باندیوں سے قبل از خلافت گانا سنتے تھے۔ ابن سمعانی نے طاوس سے اور صاحبِ امتاع نے قاضی مدینہ سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن زہری تابعی سے اور ابو یعلی خلیلی نے ارشاد میں عبد العزیز بن سلمہ ماجشون مفتیِ مدینہ سے گانے کا جواز نقل کیا ہے۔ رویانی کی قفال سے روایت ہے کہ امام مالک بن انس کے مذہب میں باجے کے ساتھ بھی گانا جائز ہے۔ استاذ ابو منصور اور فورانی نے بھی مالک سے عود کا جواز بیان کیا ہے۔ ابو طالب مکی قوت القلوب میں شعبہ کے متعلق کہتے ہیں کہ انھوں نے مشہور محدث منہال بن عمرو کے گھر میں طنبورہ سنا ہے۔ ابو الفضل بن طاہر اپنی کتاب (جواز السماع والمزامیر) میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ کے درمیان عود کے جواز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ابن النحوی نے عمدہ میں ابن طاہر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ کا گانے بجانے کے جواز پر اجماع ہے اور تمام کے تمام ظاہریہ اسی طرف گئے ہیں۔ ادفوی کہتے ہیں کہ اس بات میں کہ مذکورۂ بالا ابراہیم بن سعد گاتے بجاتے تھے۔ راویوں کا کوئی اختلاف نہیں اور تمام گروہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ماوری کہتے ہیں کہ عود کے جواز کے بعض شافعیہ بھی قائل ہیں۔ ابو اسحٰق شیرازی سے ابو الفضل بن طاہر، رویانی اور ماوری سے اسنوی اپنی مہمات میں استاد ابو منصور سے ابن النحوی، ابن طاہر سے ابن ملقن عمدہ میں، شیخ عز الدین بن سلام سے اور ابو بکر بن العربی سے صاحبِ امتاع (ادفوی) جواز ہی نقل کرتے ہیں بلکہ ادفوی تو پورے زور کے ساتھ ان تمام کے تمام حضرات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ سب کے سب مشہور باجوں کے ساتھ گانے سننے کے جواز کے قائل تھے۔ رہا بغیر باجے کے گانا تو اس کے بارے میں ادفوی امتاع میں کہتے ہیں کہ غزالی نے اپنی بعض فقہی تصانیف میں لکھا ہے کہ اس کے جواز پر تو اتفاق ہے۔ اور ابن طاہر نے تو اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع بتایا ہے تاج الدین فزاری اور ابن قتیبہ نے اہل حرمین کا اجماع نقل کیا ہے اور اہل مدینہ کا اس پر اجماع تو ابن طاہر اور ابن قتیبہ دونوں نے نقل کیا ہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ اہل حجاز تو اس کی اجازت اس دن بھی ہمیشہ دیتے رہے ہیں جو پورے سال میں سب سے افضل دن ہے اور اس دن عبادت و ذکر کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ ابن نحوی اپنی عمدہ میں کہتے ہیں کہ گانا اور گانے سننا تو بہت

سے صحابہ و تابعین سے بھی ثابت ہے۔ صحابہ کرام میں جو حضرات ہیں اور جن بزرگوں نے ان کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔

عمر (رواہ ابن عبد البر وغیرہ)۔ عثمان (نقلہ الماوردی وصاحب البیان الرافعی) عبد الرحمن بن عوف (رواہ ابن ابی شیبہ) ابو عبیدہ بن الجراح (اخرجہ البیہقی) سعد بن ابی وقاص (اخرجہ ابن قتیبہ) ابو مسعود انصاری (اخرجہ البیہقی)، بلال، عبد اللہ بن ارقم اور اسامہ بن زید (اخرجہ البیہقی) حمزہ (بخاری) عبد اللہ بن عمر (اخرجہ ابن طاہر) براء بن مالک (اخرجہ ابو نعیم) عبد اللہ بن جعفر (رواہ ابن عبد البر) عبد اللہ بن زبیر (نقلہ ابو طالب المکی) حسان بن ثابت (رواہ ابو الفرج الاصبہانی) عبد اللہ بن عمرو (رواہ الزبیر بن بکار) قرظہ بن کعب (رواہ ابن قتیبہ) خوات بن جبیر اور رباح المغترف (اخرجہ ابو الفرج صاحب الاغانی) مغیرہ بن شعبہ (ابو طالب المکی) عمرو بن العاص (حکاہ الماوردی) عائشہ اور ربیع (رواہ البخاری وغیرہ)۔

اور تابعین میں سعید بن مسیب، سالم بن عمرو بن حسان، خارجہ بن زید، قاضی شریح، سعید بن جبیر، عامر شعبی، عبد اللہ بن ابی عتیق، عطا بن ابی رباح، محمد بن شہاب زہری، عمر بن عبد العزیز، سعد بن ابراہیم زہری وغیرہ ہیں۔

ان کے پیرو یعنی تبع تابعین میں اتنے لوگ ہیں جن کا کوئی شمار نہیں۔ "مثلاً ائمہ اربعہ، ابن عیینہ اور جمہور شوافع"۔ ابن غزی کا کلام یہاں ختم ہوتا ہے۔

یہ تمام لوگ جو گانے بجانے کو جائز کہتے ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو جواز کے ساتھ کراہت (یعنی خلافِ اولی) کے قائل ہیں۔ کچھ اسے مستحب بتاتے ہیں کیونکہ رقتِ قلب کا باعث ہے اور نرمی و شوق الی اللہ پیدا کرتا ہے۔ اس کے جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ کوئی ایسی دلیل جس سے اچھی اور موزوں آوازیں باجوں کے ساتھ سننے کی حرمت ثابت ہو، نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنتِ رسول اللہ میں اور نہ ان دونوں پر مبنی کسی قابل فہم قیاس و استدلال میں۔

مختلف دلائل کا تجزیہ

جو لوگ سماع سے روکتے ہیں وہ کئی دلیلیں دیتے ہیں۔ ایک تو ابو مالک یا ابو عامر (اشعری) والی حدیث ہے جس کا شروع میں ذکر ہوا ہے۔ اس کے کئی جواب جائز کہنے والوں نے دیے ہیں۔

ایک وہ جو ابنِ حزم نے کہا ہے کہ یہ ضعیف یا موضوع ہے۔ یہ جواب بھی گزر چکا ہے۔ دوسرا

جواب یہ ہے کہ اس کی اسناد میں ایک راوی صدقہ بن خالد ہے جس کے متعلق ابن جُنید نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ راوی کچھ بھی نہیں۔ اور محدّث مِزی نے احمد بن حنبل کا قول لکھا ہے کہ یہ راوی مستقیم (قابل اعتبار) نہیں۔ اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ بہر حال صحیح بخاری کا ایک راوی ہے

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سند اور متن دونوں کے اعتبار سے مضطرب ہے۔ سند کے لحاظ سے یوں کہ راوی کو صحابی کا نام بتاتے وقت شک ہے (کہ یہ ابو مالک ہیں یا ابو عامر)۔ اور متن کا اضطراب یہ ہے کہ کسی روایت میں یستحلّون کا لفظ ہے اور کسی میں یہ لفظ نہیں۔ اس کے علاوہ احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایتوں میں لیشربن اناس من امتی الخمر کے الفاظ ہیں۔ پھر ایک روایت میں حِر کا لفظ ہے اور دوسری میں خز کا لفظ ہے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔

سند کے اضطراب کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ احمد اور ابنِ ابی شیبہ نے کسی شک کے بغیر ابو مالک کا نام لیا ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت میں جو ابنِ داسہ سے مروی ہے ابو عامر اور ابو مالک دونوں کے نام ہیں اس کے علاوہ ابن حبان میں ہے کہ ابو عامر اشعری اور ابو مالک اشعری دونوں سے یہ حدیث سنی۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں ہی سے یہ روایت ہے۔

رہا متن کا اضطراب تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے اضطراب سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بسا اوقات راوی بعض الفاظ حدیث کو ایک جگہ چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ بیان کر دیتا ہے۔

چوتھا جواب (اس حدیث سے حرمتِ غنا ثابت کرنے کا) یہ ہے کہ اس میں لفظ معازف جو محلِ گفتگو ہے ابو داؤد کی روایت میں موجود ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری روایت میں جو بخاری میں ہے یہ موجود ہے اور کسی ثقہ راوی کا اضافہ قابلِ قبول ہوتا ہے۔

سماع کو جائز کہنے والوں کا ایک جواب جو اس زیرِ بحث حدیث کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے یہ ہے کہ اس حدیث سے حرمت ثابت ہی نہیں ہوتی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ لفظ یستحلون غنا کی حرمت پر کوئی نص نہیں۔ چنانچہ ابو بکر بن العربی اس کے دو معنی بتاتے ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ حلال ہے (اس سے حرمت ثابت ہو سکتی ہے) لیکن دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ان تمام چیزوں کو (جن کا ذکر اس حدیث میں ہے یعنی زنا، ریشم، نشہ اور باجے) مسلسل و مربوط کر کے استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ معنی مجازی ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان چیزوں کی حِلّت کا اعتقاد

رکھنے پر یہ وعید اور اندازِ تخاطب اس کی حرمت ہی کی طرف اشارہ ہے۔ رہا مجازی معنٰی کا معاملہ تو حقیقت سے مجاز کی طرف لے جانے والی کوئی چیز یہاں موجود نہیں۔

حرمتِ سماع کے خلاف دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ معازف کے معنی جیسا کہ اوپر گزر چکا مختلف اور متعدد ہیں (گانا بجانے اور کھیل تماشا)۔ پس جب یہ لفظ باجے اور غیر باجے دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہو تو اس سے صرف باجے کی حرمت پر دلیل قائم کرنا درست نہیں کیونکہ اگر اس لفظ کے دونوں معنی حقیقی ہیں تو توقف کو ترجیح ہوگی اور اگر دونوں میں ایک حقیقی اور دوسرا مجازی ہے تو حقیقی کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ جس چیز پر بھی یہ لفظ صادق ہوتا ہو اس کی حرمت ثابت ہوگی۔ اہلِ لغت نے اس کے جو جو معانی لکھے ہیں وہ سب ہی حقیقی ہیں۔ اس کا شمار مشترک الفاظ میں نہیں کیونکہ ہر معنی کے لیے یہ الگ الگ وضع نہیں کیا گیا ہے بلکہ تمام معانی کے لیے وضع ہوا ہے اس لیے ترجیح اسے ہوگی کہ ان تمام معانی میں اس مشترک لفظ کے استعمال کو جائز سمجھا جائے بشرطیکہ ان میں تضاد نہ ہو جیسا کہ مسلم اصول ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ معازف کی جو حرمت بیان کی گئی ہے اس سے مراد وہی معازف ہیں جو مے نوشی کے ساتھ وابستہ ہوں (نہ کہ تنہا معازف)۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ سے اس وابستگی کا ثبوت ملتا ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: "میری امت کے کچھ لوگ مے نوشی کریں گے اور صبح و شام ان کے پاس گانے والی کنیزیں اور معازف (باجے) آیا کریں گے۔" اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ وابستگی اس بات کی دلیل نہیں کہ معازف صرف اسی وقت حرام ہے جب یہ مے نوشی سے وابستہ ہو، ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث میں جس زنا کا ذکر ہے وہ بھی اسی وقت حرام ہو جب وہ مے نوشی اور باجوں ساتھ وابستہ ہو۔ یہاں جس طرح لازم (زنا) حرام ہے اسی طرح ملزوم (مے نوشی اور باجے) بھی حرام ہوں گے دیکھئے قرآن میں ہے: انہ کان ...... الخ "یعنی وہ نہ اللہ پر ایمان لایا تھا اور نہ طعامِ مسکین کی ترغیب دیتا تھا۔" لہٰذا اس سے تو یہ ثابت ہوگا کہ ایمان نہ لانا جب ہی حرام ہوگا کہ طعامِ مسکین کی ترغیب بھی نہ ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان تمام یکجائی چیزوں کی حرمت (الگ الگ) دوسری دلیلوں سے بھی ثابت ہے تو یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ معازف کی حرمت دوسری دلیلوں سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اس لیے اسے ماننے کے لیے اُسے بھی تسلیم کرنا ہوگا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ یہاں مذکورہ چیزوں کی مجموعی شکل مراد ہے اس لیے یہ ہر ایک چیز کے جُدا جُدا حرام ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اس کا جواب تو ابھی اس سے پہلے دیا جا چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصنف (ابن تیمیہؒ) نے اس سلسلے کی جو دوسری احادیث درج کی ہیں وہ معازف کی حرمت کی دلیل ہیں۔ قائلینِ جواز نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان روایات کی اسناد ہی میں کلام ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان تمام اسانید کی مجموعی روح کو دیکھنا چاہیے خصوصاً جب کہ ان مذکورہ چیزوں میں بعض چیز حسن بھی ہے خواہ وہ حسن کم سے کم درجے پر یعنی حسن لغیرہ ہو۔ مثلاً احادیث میں گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت سے روکا گیا ہے اور یہ بہت سی روایات سے واضح ہے جن میں سے بعض کا ذکر اوپر آگیا ہے اور بعض ان کے علاوہ ہیں۔ میں (شوکانی) نے اپنے ایک رسالے میں ان سب کو یکجا کر دیا ہے۔ اسی طرح کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ "غنا نفاق پیدا کرتا ہے"۔ یہ مضمون بھی کئی سندوں سے ثابت ہے جن میں کچھ کا ذکر اوپر آچکا ہے اور کچھ کا نہیں آیا۔ مثلاً ابن صفری نے امالی میں ابن عباس سے، بیہقی نے جابر سے، دیلمی نے انس سے اسے روایت کیا ہے۔ بزار، مقدسی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے عائشہ اور انس سے جو الفاظ روایت کیے ہیں وہ یوں ہیں: دو آوازیں ایسی ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں ملعون ہیں۔ ایک خوشی میں بانسری اور دوسری ہے مصیبت میں نالہ و فغان۔ ابن سعد نے اپنی سنن میں جابر سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھے دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے روکا گیا ہے۔ ایک آواز ہے خوشی میں کھیل کود اور شیطانی مزامیر کی آواز۔ دوسری مصیبت میں منہ نوچنا، گریبان چاک کرنا اور شیطانی فغاں کی آواز۔ دیلمی نے ابوامامہ سے مرفوعاً یہ ارشاد نبویؐ روایت کیا ہے کہ اللہ کو پازیب کی آواز سے ایسی ہی نفرت ہے جیسی گانے کی آواز سے۔ غرض اس مضمون کی احادیث بکثرت موجود ہیں جن کو علما کے ایک گروہ نے اپنی تصانیف میں یکجا کر دیا ہے۔ مثلاً ابن حزم، ابن طاہر، ابن ابی الدنیا، ابن حمدان اربلی اور ذہبی وغیرہم نے۔

قائلین جواز اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ظاہریہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے ایک گروہ نے ان تمام روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حزم نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا وہ اوپر گزر چکا ہے اور ان کے ہمنوا ہیں ابوبکر بن العربی جو اپنی کتاب الاحکام فی الاحکام میں لکھتے ہیں کہ حرمت کی ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ غزالی بھی اور ابن النحوی ابن عمدہ میں بھی یہی کچھ کہتے ہیں اور ابن طاہر نے تو یہاں تک

کہہ دیا ہے کہ ان روایات (حرمت) کا ایک حرف بھی درست نہیں یعنی مرفوع روایات کا۔ ابن مسعود کی جو تفسیر (ومن الناس من یشتری .... الخ) کے متعلق اوپر گزری ہے وہ صحیح ہے (مرفوع بھی ہے) - ابنِ حزم اس کو مستثنیٰ (ضعف سے) قرار دے کر کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایک صحیح حدیث بھی بیان کریں تو چونکہ حضورؐ سے مروی نہیں ہوگی اس لیے وہ حجت نہ ہوگی۔ بس صرف یہی ایک حدیث (مرفوع) حجت ہو سکتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس اور ابن مسعود نے لھو کی تفسیر غنا سے کی ہے لیکن آیت کی نص ہی لوگوں کے استدلال کو غلط ثابت کر رہی ہے کیونکہ آیت میں آگے یہ الفاظ ہیں کہ لیضل الناس عن سبیل اللہ (اللہ کے راستے سے ہٹانے کے لیے)۔ پس جو بھی "لہو حدیث" کو اس مقصد کے لیے خریدے تو کافر ہوگا۔ اور یہ کیا چیز ہے اگر کوئی قرآن کو بھی اس لیے خریدے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو راہِ خدا سے ہٹائے اور اس کا مذاق اڑائے تو بھی کافر ہوگا۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی اللہ نے مذمت کی ہے۔ اس کی مذمت نہیں کی ہے جو لہو حدیث کی خریداری اپنا دل خوش کرنے کے لیے کرے اور راہِ خداوندی سے ہٹانے کے لیے نہ کرے۔

فاکہانی کہتے ہیں کہ گانے بجانے کی حرمت نہ کتاب اللہ میں ملی اور نہ سنت کی کسی صریح و صحیح حدیث میں۔ جو کچھ بھی ملتا ہے ظاہری عمومی باتیں ہیں جن سے صرف اشارے ملتے ہیں وہ کوئی قطعی دلیلیں نہیں۔ مثلاً ابنِ رشد آیت: واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ (جب وہ لغو باتیں سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں) سے استدلال کرتے ہیں۔ ذرا بتائیے کہ اس آیت میں گانے بجانے کی حرمت کی کونسی دلیل موجود ہے؟

خود مفسرین کے اس آیت کے بارے میں چار قول ہیں:

(۱) یہ ان یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اسلام لے آئے تھے اور دوسرے غیر مسلم یہود ان پر سب و شتم کرتے تھے اور یہ ان سے اعراض کرتے تھے (۲) اسلام لانے والے یہود جب یہ سنتے کہ یہود نے کس طرح تورات میں رَدّ و بدل کیا اور آنحضورؐ کے اوصاف و علامات میں توڑ مروڑ سے کام لیا تو وہ یہ سُن کر اعراض کر لیتے تھے اور حق بات کا ذکر کرتے تھے۔ (۳) یہ ان مسلمانوں کے حق میں ہے جو غلط باتیں سنتے تو ادھر کوئی التفات نہیں کرتے تھے۔ (۴) کچھ اہلِ کتاب ایسے بھی تھے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ دینِ خداوندی پر قائم تھے اور حضورؐ کی بعثت

کے منتظر تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ مکے میں ہیں تو وہاں آئے۔ ان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا تو وہ اسلام لے آئے۔ کفارِ قریش کہنے لگے، تم نے غضب کر دیا۔ تم ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے جس سے خود اس کی قوم نفرت کرتی ہے اور جو اس کو تم سے زیادہ جانتی ہے۔ (یہ باتیں کفارِ قریش کی زبان سے سُن کر وہ بے رخی و اعراض برتتے تھے)۔ یہ آخری تفسیر ابن العربی نے اپنی کتاب الاحکام میں بیان کی ہے۔ اے کاش میں بھی سمجھ سکتا کہ اس آیت میں گانے بجانے کی حرمت کی کون سی دلیل موجود ہے۔

اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا کیا جاتا ہے نہ کہ خصوصی سبب کا۔ لغو کا لفظ عام ہے اور لغت میں یہ ہر اُس بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ جو لوگ ایسا کریں (یعنی سن کر اس سے اعراض برتیں) ان کے لیے آیت مقامِ مدح میں ہے۔ اس میں ایسا کرنے کو ضروری نہیں قرار دیا گیا ہے۔

گانے کو ناجائز کہنے والے ایک دلیل اور بھی دیتے ہیں اور وہ یہ حدیث ہے کہ "ہر کھیل جو مومن کھیلے باطل ہے بجز تین کے۔ رفیقۂ زندگی سے دل لگی کرنا۔ گھوڑے کو سکھانا اور کمان سے تیر چلانا" غزالی کہتے ہیں کہ حدیث میں جو باطل کا لفظ ہے اس سے حرمت نہیں ثابت ہوتی بلکہ اس سے مراد صرف بے فائدہ ہونا ہے۔ غزالی کا یہ جواب درست ہے اس لیے کہ جس چیز میں کوئی فائدہ نہ ہو وہ از قسم مباح ہی ہوتی ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق مسجد نبوی میں حبشیوں کے رقص کو حضورؐ کا دیکھنا ایک کھیل ہی تھا جو ان مذکورہ تینوں مستثنیات کے علاوہ ہے۔

لہو کو جائز کہنے والوں کا ایک استدلال ابنِ عمر والی مذکورہ روایت (چرواہے کی بانسری) کے بارے یہ ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ بانسری ناجائز تھی تو حضورؐ ابنِ عمر کے لیے اور ابن عمر نافع کے لیے اس کو روا نہ رکھتے بلکہ منع فرماتے اور اسے توڑ دینے کا حکم دیتے کیونکہ موقع نکل جانے کے بعد اس کی تشریح جائز نہیں۔ رہا حضورؐ کا نہ سننا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے اور بہت سی جائز چیزوں سے پرہیز فرمایا ہے۔ مثلاً آپؐ نے ایک رات کے لیے بھی اپنے پاس کوئی درہم و دینار نہ رکھا ایسی اور بھی مثالیں ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کو اس وقت اتنا اقتدار حاصل نہ تھا کہ چرواہے کو سرزنش کرتے۔ لیکن ابن عمر کے متعلق تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ تو مدینے میں اس وقت موجود تھے

جب اسلام کا پورا اقتدار تھا۔ ایسے وقت میں ان کا سرزنش نہ کرنا اس کے حرام نہ ہونے کی دلیل ہے۔

جائز کہنے والوں کے کچھ دلائل اور بھی ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے: ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث (رسول لوگوں کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے)۔ یہاں طیبات پر الف لام استغراق ہے اس لیے تمام طیبات حلال ہیں۔ طیب کا اطلاق ایک تو حصولِ لذت کے معنوں میں آتا ہے۔ اگر اس کے خلاف قرائن نہ ہوں تو ذہن میں سب سے زیادہ یہی مفہوم فوری طور پر آجاتا ہے۔ دوسرے اس کا اطلاق پاک اور حلال کے مقابلے میں آتا ہے۔ صیغۂ عموم ایک ایسا کلیہ ہوتا ہے جو ہر فرد پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے سارے مذکورہ معانی اس میں داخل ہیں اور اگر ہم اس عموم کو سکیڑ کر کسی ایک فرد میں محصور کر دیں تو اس سکیڑنے میں سب سے پہلے وہ فرد آئے گا جو فوری طور پر ذہن میں آئے اور وہ ظاہر ہے کہ کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ابن عبد السلام اپنی دلائل الاحکام میں تصریح کرتے ہیں کہ اس آیت میں طیبات سے مراد تمام قسم کی لذتیں ہیں (جن میں لذت سماع بھی داخل ہے)۔

قائلین جواز کے کچھ اور استدلال بھی جن کا ہم اگلے باب میں جوابات کے ساتھ ذکر کریں گے۔ ان کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ اگر ہم لہو کو لہو ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیں تو یہ ساری دنیا ہی حرام ہو جائے گی کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ: انما الحیوٰة الدنیا لعب ولهو (یہ ساری حیاتِ دنیا ہی کھیل تماشہ ہے)۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ ہم ان تمام چیزوں پر حکم نہیں لگا رہے ہیں جن پر لہو کا اطلاق لہو ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہاں تو ایک مخصوص لہو کا ذکر ہے اور وہ ہے "لہو حدیث" جو قرآنی نص ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں چونکہ اس کی علت راہِ حق سے ہٹانے کو بتایا گیا ہے اس لیے اصل مقصد (حرمتِ غنا) کے لیے یہ دلیل نہیں ہو سکتی۔

ہم نے دونوں فریقوں کے جو دلائل نقل کیے ہیں ان پر نظر رکھنے والا اس نتیجے پر پہنچے گا کہ محل نزاع (گانا بجانا) اگر حرام کے دائرے سے باہر ہو جائے تو اشتباہ کے دائرے سے باہر نہیں جاتا۔ اور اہل ایمان شبہات کے موقع پر رک جاتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ: من ترکها استبرأ لعرضه ودینه ومن حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه (یعنی جو مشتبہات کو ترک کر دے وہ اپنی آبرو اور اپنے دین کو بچا لیتا ہے اور جو ممنوعہ علاقے کے گرد چکر لگاتا ہے اس کے لیے اس میں جا پڑنے کا قریبی امکان ہے)۔ اگر غنا کے مضمون میں قد و قامت، گال، جمال، نخرے

ہجر، وصال، شراب و کباب اور بے حیائی اور چھکڑ پن وغیرہ کا ذکر ہو تو سننے والا ایک امتحان و مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ اگر سامع ذاتِ خداوندی میں ایک حد تک پختہ بھی ہو تو اس کی یہ صفت اس وقت کم ہو جاتی ہے۔ اس ذریعہ کے بہتیرے قتیل ہیں جن کا خون بے قصاص رائیگاں گیا۔ بہتیرے قیدی ہیں جو اس کا تاوان نہ ادا کر سکنے کی وجہ سے مبتلائے غم ہیں۔ ہم اللہ سے راہِ مستقیم اور ثابت قدمی کی توفیق مانگتے ہیں۔ جو اس بحث کو مکمل طور پر دیکھنا چاہتا ہے وہ میری اس تصنیف کو دیکھے جس کا نام میں نے ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع رکھا ہے۔

باہر سے آنے والے کے لیے عورتوں کا دف بجانا

عن بریدۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض مغازیہ، فلما انصرف جاءت جاریۃ سوداء فقالت یا رسول اللہ إنی کنت نذرت ان ردک اللہ صالحًا ان اضرب بین یدیك بالدف واتغنی قال لہا ان کنت نذرت فاضربی والا فلا۔ فجعلت تضرب فدخل ابوبکر وھی تضرب ثم دخل علیؓ وھی تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب ثم دخل عمر فالقت الدف تحت استہا ثم قعدت علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان الشیطان لیخاف منك یا عمر، انی کنت جالسا وھی تضرب فدخل ابوبکر وھی تضرب ثم دخل علیؓ وھی تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب فلما دخلت انت عمر القت الدف۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ۔

بریدہ کہتے ہیں کہ حضورؐ ایک بار کسی غزوے میں تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ایک سیاہ رنگ کنیز نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ حضورؐ کو صحیح سلامت واپس لے آئے تو میں حضورؐ کے سامنے دف بجا بجا کر گاؤں گی۔ فرمایا: اگر تو نے منت مانی ہے تو بجا لے ورنہ رہنے دے۔ پس اس نے بجانا شروع کیا۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور وہ بجاتی رہی پھر علیؓ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر عثمانؓ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر عمرؓ آئے تو دف رکھ کر اس پر بیٹھ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا! اے عمرؓ تم سے تو شیطان ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا اور یہ بجا رہی تھی پھر ابوبکرؓ آئے اور یہ بجاتی رہی۔ پھر علیؓ آئے اور یہ بجاتی رہی۔ پھر عثمانؓ آئے اور یہ بجاتی رہی۔ لیکن تم آئے تو اس نے اپنی دف رکھ دی۔

(اسے احمد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے روایت کرکے اسے صحیح بتایا ہے)۔

اس کو ابن حبان اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ابو داؤد میں یہ روایت عبد اللہ بن عمرو سے ہے اور فاکہانی نے تاریخ مکہ میں عائشہؓ سے بہ سند صحیح روایت کیا ہے۔ مصنف (ابن تیمیہؒ) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر باہر سے کوئی آئے تو یہ (دف بجانا اور گانا) جائز ہے۔ لیکن قائلینِ حرمت کا کہنا ہے کہ عام احادیث چونکہ اس کی ممانعت پر دلیل ہیں اس لیے مذکورہ صورتِ حال اس عموم سے مستثنٰی ہوگی۔

لیکن قائلینِ جواز اس حدیث سے مطلق جواز پر استدلال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ دلائل سے یہ ثابت ہے کہ ایسی منت پوری کرنی ہی ناجائز ہے جس میں معصیت ہو۔ لہٰذا حضورؐ کا اس عورت کو دف بجانے کی اجازت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے مواقع پر یہ کوئی معصیت نہیں۔ بعض روایات کے الفاظ صرف اسی قدر ہیں کہ: اپنی منت پوری کرلے۔ خاص کر خوشی کے موقع پر لہو (کی اجازت) کی احادیث کتاب النکاح اور کتاب الولیمہ میں گزر چکی ہے۔ عیدوں کے موقع پر بھی اس خصوصیت کا ذکر صحیحین (بخاری و مسلم) میں عائشہ سے موجود ہے جو یوں ہے کہ میرے ہاں دو انصاری لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا کلام گا کر سنا رہی تھیں وہ پیشہ ور گانے والی نہ تھیں۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور بولے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے گھر کے اندر یہ شیطانی مزامیر؟ یہ عید کا دن تھا۔ حضورؐ نے فرمایا! اے ابو بکر ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔ مبرّد نے اور بیہقی نے معرفت میں روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب جب اپنے گھر کے اندر جاتے تو دو ایک شعر ترنم سے پڑھتے تھے۔ معافی نہروانی الجلیس والانیس میں اور ابن مندہ معرفت میں حُدی خواں اسلم سے نیز نسائیؒ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے عبد اللہ بن رواحہ سے فرمائش کی کہ لوگوں کو جوش دلاؤ۔ پس وہ گئے اور رجز خوانی کی۔